رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاندان

(۲)

کیا قربانی حضرت اسحاق کی دی گئی تھی یا حضرت اسماعیل کی؟ جیسا کہ اس سے پہلے ہم بیان کر چکے ہیں، بنی اسرائیل کی یہ عادت رہی ہے کہ ہر قابلِ فخر بات کو وہ اپنی نسل کی طرف منسوب کرتے ہیں، اور دوسری نسلوں کے لیے ان کے ہاں یا تو جھوٹے الزامات ہیں، یا پھر کم از کم یہ کہ جو فخر اُن کو حاصل ہوا ہو اسے بھی چھین کر اپنے حساب میں لکھ لیں۔ اسی عادت کے مطابق بیٹے کی قربانی کے اِس واقعہ کو بھی انہوں نے حضرت اسماعیل کے بجائے حضرت اسحاق کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ بائیبل کا بیان ہے:

"خدا نے ابرہام کو آزمایا اور اسے کہا اے ابرہام . . . . . تو اپنے بیٹے اضحاق کو جو تیرا اِکلوتا ہے اور جسے تو پیار کرتا ہے، ساتھ لے کر موریاہ کے ملک میں جا اور وہاں اُسے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ پر جو میں تجھے بتاؤں گا، سوختنی قربانی کے طور پر چڑھا" (پیدائش باب ۲۲۔ فقرات ۱-۲)۔

اِس بیان میں ایک طرف تو یہ کہا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرتِ اسحاقؑ کی قربانی مانگی تھی، اور دوسری طرف یہ بھی کہا جا رہا ہے کہ وہ اِکلوتے تھے۔ حالانکہ خود بائیبل ہی کے دوسرے بیانات سے قطعی طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت اسحاقؑ اکلوتے نہ تھے۔ اس کے لیے ذرا بائیبل ہی کی حسبِ ذیل تصریحات ملاحظہ ہوں:

"اور ابرام کی بیوی ساری کے کوئی اولاد نہ ہوئی۔ اُس کی ایک مصری لونڈی تھی جس کا نام ہاجرہ تھا۔ اور ساری نے ابرام سے کہا "کہ دیکھ خداوند نے مجھے تو اولاد سے محروم رکھا ہے۔ سو تو میری لونڈی کے پاس جا۔ شاید اُس سے میرا گھر آباد ہو۔ اور ابرام نے ساری کی بات مانی۔ اور ابرام کو ملک کنعان میں رہتے ہوئے دس برس ہو گئے تھے جب اُس کی بیوی ساری نے اپنی مصری لونڈی اُسے دی کہ اس کی بیوی بنے۔ اور وہ ہاجرہ کے پاس گیا اور وہ حاملہ ہوئی" (پیدائش ۱۶: ۱-۳)

"خدا کے فرشتے نے اُس سے کہا کہ تو حاملہ ہے اور تیرے بیٹا پیدا ہو گا۔ اس کا نام اسماعیل

رکھنا" (پیدائش۔ ۱۶: ۱۱)

"جب ابرام سے ہاجرہ کو اسماعیلؑ پیدا ہوا تب ابرام چھیاسی ۸۶ برس کا تھا" (پیدائش ۱۶: ۱۶)

"اور خداوند نے ابرام سے کہا کہ سارئی جو تیری بیوی ہے . . . . . . اُس سے بھی تجھے ایک بیٹا بخشوں گا . . . . . . تو اس کا نام اضحاق رکھنا . . . . . . جو اگلے سال اِسی وقت معین پر سارہ سے پیدا ہوگا . . . . . تب ابرام نے اپنے بیٹے اسماعیل اور گھر کے سب مردوں کو لیا۔ اور اُسی روز خدا کے حکم کے مطابق اُن کا ختنہ کیا۔ ابرام ننانوے برس کا تھا۔ جب اُس کا ختنہ ہوا۔ اور جب اسماعیل کا ختنہ ہوا تو وہ تیرہ برس کا تھا" (پیدائش ۱۷: ۱۵-۲۵)۔

"اور جب اس کا بیٹا اضحاق اُس سے پیدا ہوا تو ابرام سو برس کا تھا" (پیدائش ۲۱: ۵)

اِس سے بائبل کی تضاد بیانی صاف کُھل جاتی ہے۔ ظاہر ہے کہ ۱۴ برس تک تنہا حضرت اسماعیلؑ حضرت ابراہیمؑ کے بیٹے تھے۔ اب اگر قربانی اکلوتے بیٹے کی مانگی گئی تھی تو وہ حضرت اسحاقؑ کی نہیں بلکہ حضرت اسماعیلؑ کی تھی۔ کیونکہ وہی اکلوتے تھے۔ اور اگر حضرت اسحاق کی قربانی مانگی گئی تھی تو پھر یہ کہنا غلط ہے کہ اکلوتے بیٹے کی قربانی مانگی گئی تھی۔

اس کے بعد ہم اسلامی روایات کو دیکھتے ہیں تو اُن میں سخت اختلاف پایا جاتا ہے۔

مفسّرین نے صحابہؓ و تابعین کی جو روایات نقل کی ہیں ان میں ایک گروہ کا قول یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ صاحبزادے حضرت اسحاق تھے، اور اس گروہ میں حسبِ ذیل بزرگوں کے نام ملتے ہیں:

حضرت عمرؓ۔ حضرت علیؓ۔ حضرت عبداللہؓ بن مسعود۔ حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب۔ حضرت عبداللہؓ بن عباس۔ حضرت ابوہریرہؓ۔ قتادہ۔ عِکرِمہ۔ حسن بصری۔ سعید بن جُبیر۔ مجاہد۔ شَعبی۔ مسروق۔ مَکحول۔ زُہری۔ عطاء۔ مُقاتل۔ سُدّی۔ کعبِ احبار۔ زید بن اسلم وغیرہم۔

دوسرا گروہ کہتا ہے کہ وہ حضرت اسماعیل تھے، اور اس گروہ میں حسب ذیل بزرگوں کے نام نظر آتے ہیں:

حضرت ابوبکرؓ۔ حضرت علیؓ۔ حضرت عبداللہؓ بن عمر۔ حضرت عبداللہ بن عبّاسؓ۔ حضرت ابوہریرہؓ۔ حضرت معاویہؓ۔ عِکرِمہ۔ مُجاہد۔ یوسف بن مہران۔ حسن بصری۔ محمد بن کعب القرظی۔ شَعبی۔ سعید بن المُسَیّب۔ ضحّاک۔ محمد بن علی بن حسین (امام محمد الباقر)۔ ربیع بن انس۔ احمد بن حنبل وغیرہم۔

ان دونوں فہرستوں کا تقابل کیا جائے تو متعدد نام اِن میں مشترک نظر آئیں گے۔ یعنی ایک ہی بزرگ

سے دو مختلف قول منقول ہوئے ہیں۔ مثلاً حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے عکرمہ یہ قول نقل کرتے ہیں کہ وہ صاحبزادے حضرت اسحاقؑ تھے۔ مگر اُنہی سے عطاء بن ابی رباح یہ بات نقل کرتے ہیں کہ "یہودیوں کا دعویٰ ہے کہ وہ اسحاقؑ تھے۔ مگر یہودی جھوٹ کہتے ہیں"۔ اسی طرح حضرت حسن بصری سے ایک روایت یہ ہے کہ وہ حضرت اسحاقؑ کے ذبیح ہونے کے قائل تھے۔ مگر عمرو بن عُبید کہتے ہیں کہ حسن بصری کو اس امر میں کوئی شک نہیں تھا کہ حضرت ابراہیمؑ کے جس بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم ہوا تھا وہ اسماعیل علیہ السلام تھے۔

اس اختلافِ روایات کا نتیجہ یہ ہوا کہ علماءِ اسلام میں سے بعض پورے جزم و وثوق کے ساتھ حضرت اسحاقؑ کے حق میں رائے دیتے ہیں۔ مثلاً ابن جریر اور قاضی عیاض۔ اور بعض قطعی طور پر حکم لگاتے ہیں کہ ذبیح حضرت اسماعیلؑ ہی تھے۔ مثلاً ابنِ کثیر۔ اور بعض مذبذب ہیں۔ مثلاً جلال الدین سیوطی۔ لیکن اگر تحقیق کی نگاہ سے دیکھا جائے تو یہ امر ہر شک و شبہ سے بالاتر نظر آتا ہے کہ حضرت اسماعیلؑ ہی ذبیح تھے۔ اس کے دلائل حسبِ ذیل ہیں:۔

(۱) سورۂ صافات میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد گزر چکا ہے کہ اپنے وطن سے ہجرت کرتے وقت حضرت ابراہیمؑ نے ایک صالح بیٹے کی دُعا کی تھی، اور اُس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے اُن کو ایک حلیم (بُردبار) لڑکے کی بشارت دی تھی۔ فحوائے کلام صاف بتا رہا ہے کہ یہ دُعا اس وقت کی گئی تھی جب آپؑ بے اولاد تھے اور بشارت جس لڑکے کی دی گئی تھی وہ آپ کا پہلوٹا بچہ تھا۔ پھر یہ بھی اِسی سورہ کے سلسلۂ کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہی بچہ جب باپ کے ساتھ دوڑنے پھرنے کے قابل ہوا تو اُسے ذبح کرنے کا اشارہ فرمایا گیا۔ اب یہ بات قطعی طور پر ثابت ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کے پہلوٹے صاحبزادے حضرت اسماعیل تھے نہ کہ حضرت اسحاقؑ۔ خود قرآن مجید میں صاحبزادوں کی ترتیب اس طرح بیان ہوئی ہے کہ:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَهَبَ لِیْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ ط (ابراہیم۔ ۳۹) — شکر ہے اس خدا کا جس نے بڑھاپے میں مجھ کو اسماعیل اور اسحاق عطا کیے۔

(۲) قرآن مجید میں جہاں حضرت اسحاقؑ کی بشارت دی گئی ہے وہاں اُن کے لیے غلام علیم (علم والے لڑکے) کے الفاظ ہیں (الذاریات آیت۔ ۲۸)، اور لَا تَوْجَلْ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ عَلِیْمٍ (الحجر۔ ۵۳)۔ مگر سورۂ صافات میں جس لڑکے کی بشارت دی گئی ہے اُس کے لیے غلام حلیم (بُردبار لڑکے) کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دو صاحبزادوں کی نمایاں صفات الگ الگ تھیں اور ذبح کا حکم غلام علیم کے لیے نہیں

بلکہ غلام حلیم کے لیے تھا کیونکہ بیٹے کی قربانی کا واقعہ اُسی بچے کے پیدا ہونے اور جوانی کے قریب پہنچنے کے بعد کیا گیا ہے اور دوسرے بچے کی پیدائش کی بشارت اس کے بعد دی گئی ہے۔

(۳) قرآن مجید میں حضرت اسحاقؑ کی پیدائش کی خوش خبری دیتے ہوئے ساتھ ہی ساتھ یہ خوشخبری بھی دے دی گئی تھی کہ اُن کے ہاں یعقوبؑ جیسا بیٹا پیدا ہوگا۔ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ (ہود - ۷۱)۔ اب ظاہر ہے کہ جس بیٹے کی پیدائش کی خبر دینے کے ساتھ ہی یہ خبر بھی دی جا چکی ہو کہ اُس کے ہاں ایک لائق لڑکا پیدا ہوگا اُس کے متعلق اگر حضرت ابراہیمؑ کو یہ خواب دکھایا جاتا کہ آپ اُسے ذبح کر رہے ہیں تو حضرت ابراہیمؑ اس سے کبھی یہ نہ سمجھ سکتے تھے کہ اِس بیٹے کو قربان کر دینے کا اشارہ فرمایا جا رہا ہے، کیونکہ اسے قربان کر دینے کے بعد اُس کے ہاں بیٹے (یعنی حضرت یعقوبؑ) کے پیدا ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ علامہ ابن جریر اس دلیل کا یہ جواب دیتے ہیں کہ ممکن ہے یہ خواب حضرت ابراہیمؑ کو اس وقت دکھایا گیا ہو جب حضرت اسحاقؑ کے ہاں حضرت یعقوبؑ پیدا ہو چکے ہوں لیکن درحقیقت یہ اِس دلیل کا نہایت ہی بودا جواب ہے۔ قرآن مجید کے الفاظ یہ ہیں کہ "جب وہ لڑکا باپ کے ساتھ دوڑنے پھرنے کے قابل ہوگیا" تب یہ خواب دکھایا گیا تھا۔ اِن الفاظ کو جو شخص بھی خالی الذہن ہو کر پڑھے گا اُس کے سامنے آٹھ دس یا حد سے حد ۱۲-۱۳ برس کے بچے کی تصویر آئے گی۔ کوئی شخص بھی یہ تصور نہیں کر سکتا کہ جوان اور صاحبِ اولاد بیٹے کے لیے یہ الفاظ استعمال کیے گئے ہوں گے۔

(۴) اللہ تعالیٰ سارا قصہ بیان کرنے کے بعد آخر میں فرماتا ہے "کہ ہم نے اُسے اسحاقؑ کی بشارت دی، ایک نبی صالحین میں سے"۔ اِس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ وہی بیٹا نہیں ہے جسے ذبح کرنے کا اشارہ کیا گیا تھا، بلکہ پہلے کسی اور بیٹے کی بشارت دی گئی، پھر جب وہ باپ کے ساتھ دوڑنے چلنے کے قابل ہوا تو اُسے ذبح کرنے کا حکم ہوا، پھر جب حضرت ابراہیمؑ اِس امتحان میں کامیاب ہو گئے تب ان کو ایک اور بیٹے اسحاقؑ کے پیدا ہونے کی بشارت دی گئی۔ یہ ترتیبِ واقعات قطعی طور پر فیصلہ کر دیتی ہے کہ جن صاحبزادے کو ذبح کرنے کا حکم ہوا تھا وہ حضرت اسحاقؑ نہ تھے بلکہ وہ اُن سے کئی برس پہلے پیدا ہو چکے تھے۔ علامہ ابن جریر اس صریح دلیل کو یہ کہہ کر رد کر دیتے ہیں کہ پہلے حضرتِ اسحاقؑ کے پیدا ہونے کی بشارت دی گئی تھی۔ پھر جب وہ خدا کی خوشنودی پر قربان ہونے کے لیے تیار ہوگئے تو اس کا انعام اِس شکل میں دیا گیا کہ اُن کے نبی ہونے کی خوشخبری دی گئی۔ لیکن یہ ان کے پہلے جواب سے بھی زیادہ کمزور جواب ہے۔ اگر فی الواقع بات یہی ہوتی

تو اللہ تعالیٰ اس سلسلۂ کلام میں یوں نہ فرماتا "کہ ہم نے اُسے اسحاقؑ کی بشارت دی، ایک نبی صالحین میں سے"، بلکہ یوں فرماتا کہ "ہم نے اس کو یہ بشارت دی کہ تمہارا یہی لڑکا ایک نبی ہوگا صالحین میں سے"۔

(۵) معتبر روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت اسماعیلؑ کے فدیہ میں جو مینڈھا ذبح کیا گیا تھا اُس کے سینگ خانۂ کعبہ میں حضرت عبداللہؓ بن زبیر کے زمانے تک محفوظ تھے۔ بعد میں جب حجاج بن یوسف نے حرم میں ابنِ زبیر کا محاصرہ کیا اور خانہ کعبہ کو مسمار کردیا تو وہ سینگ بھی ضائع ہوگئے۔ ابن عباس اور عامر شعبی دونوں اس امر کی شہادت دیتے ہیں کہ انہوں نے خود خانہ کعبہ میں یہ سینگ دیکھے ہیں (ابن کثیر)۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ قربانی کا یہ واقعہ شام میں نہیں بلکہ مکہ معظمہ میں پیش آیا تھا، اور حضرت اسماعیلؑ کے ساتھ پیش آیا تھا۔ اسی لیے تو حضرت ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کے تعمیر کردہ خانہ کعبہ میں اس کی یادگار محفوظ رکھی گئی تھی۔

(۶) یہ بات صدیوں سے عرب کی روایات میں محفوظ تھی کہ قربانی کا یہ واقعہ منیٰ میں پیش آیا تھا۔ اور یہ صرف روایت ہی نہیں تھی بلکہ اُس وقت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے تک مناسکِ حج میں یہ کام بھی برابر شامل چلا آرہا تھا کہ اُسی مقامِ منیٰ میں جاکر لوگ اُسی جگہ پر جہاں حضرت ابراہیمؑ نے قربانی کی تھی جانور قربان کیا کرتے تھے۔ پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو آپؐ نے بھی اُسی طریقے کو جاری رکھا، حتیٰ کہ آج تک حج کے موقع پر ۱۰ ذی الحجہ کو منیٰ میں قربانیاں کی جاتی ہیں۔ ساڑھے چار ہزار سال کا یہ متواتر عمل اس امر کا ناقابلِ انکار ثبوت ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کی اِس قربانی کے وارث بنی اسماعیل ہوئے ہیں نہ کہ بنی اسحاق۔ حضرت اسحاقؑ کی نسل میں ایسی کوئی رسم کبھی جاری نہیں رہی ہے جس میں ساری قوم بیک وقت قربانی کرتی ہو اور اُسے حضرتِ ابراہیمؑ کی قربانی کی یادگار کہتی ہو۔

یہ ایسے دلائل ہیں جن کو دیکھنے کے بعد یہ بات قابلِ تعجب نظر آتی ہے کہ خود اُمتِ مسلمہ میں حضرت اسحاق کے ذبیح ہونے کا خیال آخر پھیل کیسے گیا؟ یہودیوں نے اگر حضرتِ اسماعیلؑ کو اس شرف سے محروم کرکے اپنے دادا حضرتِ اسحاقؑ کی طرف اِسے منسوب کرنے کی کوشش کی تو یہ ایک سمجھ میں آنے والی بات ہے۔ لیکن آخر مسلمانوں کے ایک گروہِ کثیر نے اُن کی اس دھاندلی کو کیسے قبول کرلیا؟ اِس سوال کا بہت شافی جواب علامہ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں:

"حقیقت تو اللہ ہی جانتا ہے، مگر بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ دراصل یہ سارے اقوال (جو حضرت اسحاق کے ذبیح ہونے کے حق میں ہیں)، کعبِ احبار سے منقول ہیں۔ یہ صاحب جب

حضرت عمرؓ کے زمانے میں مسلمان ہوئے تو کبھی کبھی یہ یہود و نصاریٰ کی قدیم کتابوں کے مندرجات اُن کو سنایا کرتے تھے اور حضرت عمرؓ اُنہیں سُن لیا کرتے تھے۔ اس بنا پر دوسرے لوگ بھی ان کی باتیں سننے لگے اور ہر رطب و یابس جو وہ بیان کیا کرتے تھے اُنہیں روایت کرنے لگے۔ حالانکہ اس اُمّت کو اُن کے اِس ذخیرۂ معلومات میں سے کسی چیز کی بھی ضرورت نہ تھی۔"

اِس سوال پر مزید روشنی محمد بن کعب قرظی کی ایک روایت سے پڑتی ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میری موجودگی میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے ہاں یہ سوال چھڑا کہ ذبیح حضرت اسحاقؑ تھے یا حضرت اسماعیلؑ؟ اُس وقت ایک صاحب بھی مجلس میں موجود تھے جو پہلے یہودی علماء میں سے تھے اور بعد میں سچے دل سے مسلمان ہو چکے تھے۔ انہوں نے کہا "امیرالمومنین! خدا کی قسم وہ اسماعیل ہی تھے، اور یہودی اس بات کو جانتے ہیں، مگر وہ عربوں سے حسد کی بنا پر یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ذبیح حضرت اسحاقؑ تھے"۔ (ابن جریر)

ان دونوں باتوں کو ملا کر دیکھا جائے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ دراصل یہ یہودی پروپیگنڈا تھا جو مسلمانوں میں پھیل گیا اور مسلمان چونکہ علمی معاملات میں ہمیشہ غیر متعصب رہے ہیں، اس لیے اُن میں سے بہت سے لوگوں نے یہودیوں کے ان بیانات کو، جو وہ قدیم صحیفوں کے حوالہ سے تاریخی روایات کے بھیس میں پیش کرتے تھے، محض ایک علمی حقیقت سمجھ کر قبول کر لیا اور یہ محسوس نہ کیا کہ اس میں علم کے بجائے تعصب کار فرما ہے۔ (تفہیم القرآن۔ جلد چہارم۔ الصّٰفّٰت۔ حاشیہ ۶۷)

بناءِ کعبہ پہلے یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ زمزم کی برکت سے قبیلۂ جُرہُم کے مختلف خاندان آکر حضرت ہاجرہ و اسماعیلؑ کے پاس بس گئے تھے اور مکہ ایک شہر بنتا جا رہا تھا۔ یہ ذکر بھی گزر چکا ہے کہ حضرت ہاجرہ کی ملنساری کی وجہ سے اِن نو آباد کاروں کے ساتھ دونوں ماں بیٹوں کے تعلقات بہت اچھے ہو گئے تھے۔ حضرت اسماعیلؑ انہی کے درمیان پلے بڑھے تھے اور جب وہ جوان ہوئے تو اُن کے بہترین اخلاق اور عمدہ اوصاف کی وجہ سے جُرہمیوں کی خود یہ خواہش تھی کہ اُن کی شادی اُنہی کے ہاں ہو۔ بخاری میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت ہے کہ پہلے ایک لڑکی سے اُن کی شادی ہوئی، مگر حضرت ابراہیمؑ کو وہ بہو پسند نہ آئی اس لیے حضرت اسماعیلؑ نے اسے چھوڑ کر دوسری لڑکی سے شادی کی جسے حضرت ابراہیمؑ نے پسند فرمایا اور اسی سے ان کے ہاں بارہ لڑکے پیدا ہوئے۔ حضرت ہاجرہ کا انتقال بخاری کی اس روایت کے مطابق اپنے بیٹے کی پہلی شادی کے بعد ہی ہو چکا تھا۔

اس کے بعد حضرت ابراہیمؑ اُس اصل کام کے لیے مکّہ تشریف لائے جس کی خاطر انہوں نے تیس[۱] برس پہلے اپنی ذُرّیت کے اِس حصے کو اس بے آب وگیاہ وادی میں لا کر بسایا تھا۔ بخاری میں ابن عباسؓ کی جس روایت کا اوپر ہم نے ذکر کیا ہے اس میں آگے چل کر وہ کہتے ہیں کہ ایک روز زمزم کے پاس درخت کے نیچے حضرت اسماعیل[۱] بیٹھے اپنے تیر بنا رہے تھے کہ یکایک حضرت ابراہیمؑ وہاں پہنچے۔ حضرت اسماعیلؑ انہیں دیکھتے ہی کھڑے ہو گئے اور دونوں باپ بیٹے اُسی طرح ملے جس طرح بیٹے اپنے باپوں سے اور باپ اپنے بیٹوں سے ملا کرتے ہیں۔ پھر حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ اسماعیلؑ، اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک کام کا حکم دیا ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ آپ کے رب نے جس کام کا حکم دیا ہے آپ اسے ضرور کریں۔ حضرت ابراہیمؑ نے پوچھا تم اس میں میری مدد کرو گے؟ انہوں نے کہا جی ہاں، میں آپ کی مدد کروں گا۔ اس پر حضرت ابراہیمؑ نے وادی کے اُس حصہ کی طرف اشارہ کیا جو اپنے گرد و پیش کی زمین سے کچھ اُٹھا ہوا تھا اور فرمایا کہ اللہ نے مجھے یہاں ایک گھر بنانے کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ دونوں باپ بیٹوں نے بیت اللہ کی بنیادیں اٹھائیں۔ حضرت اسمٰعیل پتھر لاتے اور حضرت ابراہیم ان کو نصب کرتے جاتے تھے۔ جب دیواریں کافی بلند ہو گئیں تو حضرت ابراہیم وہ پتھر اٹھا لائے جو مقام ابراہیمؑ کے نام سے مشہور ہے اور حضرت ابراہیم نے اس پر کھڑے ہو کر پتھر نصب کرنے شروع کر دیے اور دیواروں کو مزید بلند کر دیا۔ (اضافہ از مؤلف)

عرب اور پوری دنیا میں کعبہ کی حیثیت یہ عمارت محض ایک عبادت گاہ ہی نہ تھی، جیسے مسجدیں ہوا کرتی ہیں، بلکہ اوّل روز ہی سے اس کو دینِ اسلام کی عالمگیر تحریک کا مرکزِ تبلیغ و اشاعت قرار دیا گیا تھا اور اس کی غرض یہ تھی کہ ایک خدا کو ماننے والے ہر جگہ سے کھنچ کھنچ کر یہاں جمع ہوا کریں، مل کر خدا کی عبادت کریں، اور اسلام کا پیغام لے کر پھر اپنے اپنے ملکوں کو واپس جائیں۔ یہی اجتماع تھا جس کا نام "حج" رکھا گیا۔ اس کی پوری تفصیل کہ یہ مرکز کس طرح تعمیر ہوا، کن جذبات اور کن دُعاؤں کے ساتھ دونوں باپ بیٹوں نے اس عمارت کی دیواریں اٹھائیں، اور کیسے حج کی ابتدا ہوئی، قرآن مجید میں یوں بیان کی گئی ہے:۔

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ	بقیناً پہلا گھر جو لوگوں کے لیے مقرر کیا گیا وہی
بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّ هُدًى لِّلْعٰلَمِیْنَ۔ فِیْهِ	تھا جو مکّہ میں تعمیر ہوا[۱۵]۔ برکت والا گھر اور سارے

۱۵ واضح رہے کہ بیت المقدس خانہ کعبہ کے ایک ہزار برس بعد حضرت سلیمانؑ کے زمانے میں تعمیر ہوا تھا، اس لیے کعبہ ہی وہ مرکزِ توحید ہے جو دنیا میں سب سے پہلے تعمیر کیا گیا (مولف)

اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِیْمَ ۚ۬ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ؕ (آل عمران ۹۶-۹۷)

جہان والوں کے لیے مرکزِ ہدایت۔ اس میں اللہ کی کھلی ہوئی نشانیاں ہیں۔ مقامِ ابراہیم ہے۔ اور جو کوئی اس میں داخل ہو جاتا ہے، اس کو امن مل جاتا ہے۔

اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّیُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ ؕ (العنکبوت ۶۷)

کیا لوگوں نے دیکھا نہیں کہ ہم نے کیسا پُرامن حرم بنایا ہے۔ حالانکہ اس کے گردو پیش لوگ اُچک لیے جاتے ہیں۔

یعنی جب کہ عرب میں دو ہزار برس تک ہر طرف لوٹ مار، قتل و غارت گری اور جنگ و جدل کا بازار گرم رہا، اِس حرم میں ہمیشہ امن ہی رہا، حتیٰ کہ وحشی بدو تک اس کے حدود میں اپنے باپ کے قاتل کو بھی دیکھ پاتے تو اس پہ ہاتھ ڈالنے کی جرأت نہ کرتے۔

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَیْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ؕ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّی ؕ وَعَهِدْنَاۤ اِلٰۤی اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ اَنْ طَهِّرَا بَیْتِیَ لِلطَّآئِفِیْنَ وَالْعٰكِفِیْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ۔ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ . . . وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمٰعِیْلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۔ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِنَاۤ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۪ وَاَرِنَا

اور یاد کرو جب ہم نے اس گھر کو لوگوں کے لیے مرکز و مرجع اور امن کی جگہ بنایا اور حکم دیا کہ ابراہیم کے مقامِ عبادت کو جائے نماز بنا لو، اور ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ کو ہدایت کی کہ میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع و سجدہ کرنے والوں کے لیے پاک صاف رکھو، اور جب ابراہیمؑ نے دُعا کی کہ پروردگار، اِس جگہ کو ایک پُرامن شہر بنا دے اور یہاں کے باشندوں کو پھلوں کا رزق بہم پہنچا، جو بھی اُن میں سے اللہ اور یومِ آخر پر ایمان لانے والا ہو .... اور جب ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ اِس گھر کی بنیادیں اُٹھا رہے تھے تو دُعا کرتے جاتے تھے کہ اے ہمارے پروردگار، ہماری اس کوشش

مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۚ إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ۔ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ۭ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۔

(البقرہ - ۱۲۵ - ۱۲۹)

کو قبول فرما، تُو سب کچھ سُنتا اور جانتا ہے۔ پروردگار اور تو ہم دونوں کو اپنا مُسلم (اطاعت گزار) بنا اور ہماری نسل سے ایک ایسی قوم اُٹھا جو تیری مُسلم ہو، اور ہمیں اپنی عبادت کے طریقے بتا اور ہم پر عنایت کی نظر رکھ کہ تو بڑا بخشنے والا اور مہربان ہے۔ پروردگار، اور تو ان لوگوں میں انہی کی قوم سے ایک ایسا رسول بھیجیو جو انہیں تیری آیات سُنائے اور ان کو کتاب اور دانائی کی تعلیم دے اور ان کے اخلاق درست کرے، یقیناً تو بڑی قوت والا ہے اور بڑا حکیم ہے“

وَإِذْ قَالَ إِبْرٰهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ آمِنًا وَّاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَنْ نَّعْبُدَ الْأَصْنَامَ ۭ رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي ۚ وَمَنْ عَصَانِي فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۔ رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ ۔

(ابراہیم - ۳۵ - ۳۷)

اور جب کہ ابراہیمؑ نے دُعا کی کہ پروردگار، اس شہر کو پُرامن شہر بنا دے اور مجھ کو اور میرے بچوں کو بُت پرستی سے بچا۔ پروردگار، ان بتوں نے بہتیرے لوگوں کو گمراہ کیا ہے۔ سو جو کوئی میرے طریقے کی پیروی کرے وہ میرا ہے اور جو میرے طریقے سے پھر جائے تو یقیناً تو غفور اور رحیم ہے۔ پروردگار، میں نے اپنی نسل کے ایک حصہ کو تیرے اس عزت والے گھر کے پاس اس بے آب و گیاہ وادی میں لا بسایا ہے تاکہ اسے پروردگار یہ نماز قائم کریں۔ پس تو لوگوں کے دلوں میں ایسا شوق ڈال کہ وہ ان کی طرف کھنچ کھنچ کر آئیں اور ان کو پھلوں سے رزق پہنچا۔ امید ہے کہ یہ شکر گزار بنیں گے۔

وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ أَنْ لَا تُشْرِكْ بِي شَيْئًا وَطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ۔ وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَعْلُومَاتٍ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ ۖ فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ۔

(الحج - ۲۶ - ۲۸)

اور جبکہ ہم نے ابراہیم کے لیے اس گھر کی جگہ مقرر کی اس ہدایت کے ساتھ کہ کسی کو میرے ساتھ شریک نہ کرنا، اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور قیام کرنے والوں اور رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے لیے پاک صاف رکھنا اور (حکم دیا کہ) لوگوں میں حج کی عام منادی کر دو کہ تمہارے پاس آئیں، خواہ پیدل آئیں یا ہر دور دراز مقام سے دُبلی اونٹنیوں پر آئیں تاکہ یہاں آکر دیکھیں کہ ان کے لیے کیسے کیسے (دینی و دنیوی) منافع ہیں اور ان چند مقرر دنوں میں اُن جانوروں پر جو اللہ نے ان کو دیے ہوں، اللہ کا نام لیں (یعنی قربانی کریں) اور اس میں سے خود بھی کھائیں اور تنگدست و محتاج لوگوں کو بھی کھلائیں"

(خطبات صفحہ ۲۶۵ تا ۲۶۷)۔

عہد جاہلیت میں کعبہ کی برکات | عرب میں کعبہ کی حیثیت محض ایک مقدس عبادت گاہ ہی کی نہ تھی بلکہ اپنی مرکزیت اور اپنے تقدس کی وجہ سے وہی پورے ملک کی معاشی و تمدنی زندگی کا سہارا بنا ہوا تھا۔ حج اور عمرے کے لیے سارا ملک اس کی طرف کھنچ کر آتا تھا اور اس اجتماع کی بدولت انتشار کے مارے ہوئے عربوں میں وحدت کا ایک رشتہ پیدا ہو جاتا تھا۔ مختلف علاقوں اور قبیلوں کے لوگ باہم تمدنی روابط قائم کرتے، شاعری کے مقابلوں سے ان کی زبان اور ادب کو ترقی نصیب ہوتی، اور تجارتی لین دین سے سارے ملک کی معاشی ضروریات پوری ہوتیں۔ حرام مہینوں[۱] کی بدولت عربوں کو سال کا پورا ایک تہائی زمانہ امن کا نصیب ہو جاتا تھا۔ بس یہی زمانہ ایسا تھا

[۱] حرام مہینوں سے مراد ہیں رجب عمرے کے لیے، اور ذی القعدہ، ذی الحجہ اور محرم (باقی صفحہ آئندہ)

جس میں ان کے قافلے ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک بسہولت آتے جاتے تھے ۔ قربانی کے جانوروں اور ان کے گلے میں پڑے ہوئے قلادوں کی موجودگی سے اِس نقل و حرکت میں بڑی مدد ملتی تھی، کیونکہ نذر کی علامت کے طور پر جن جانوروں کی گردن میں پٹّے پڑے ہوتے انہیں دیکھ کر عربوں کی گردنیں احترام سے جھک جاتیں، اور کسی غارت گر قبیلے کو ان پر ہاتھ ڈالنے کی جرأت نہ ہوتی ۔ (تفہیم القرآن جلد اوّل ۔ المائدہ حاشیہ ۱۱۳)

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) حج کے لیے ۔ ان مہینوں میں لڑائیاں بند ہو جاتی تھیں ۔ اور حج و عمرہ کے لیے جانے والوں کو راستے میں کوئی نہ چھیڑ سکتا تھا ۔ (مولف)